معاصر پاکستانی سیاست میں اسلامی اخلاقی رویوں کا لحاظ: مسائل اور حل کی تجاویز

(Observation of Islamic Code of Conduct in Contemporary Pakistani Politics: Problems and Remedies)

*ڈاکٹر سعید الرحمٰن

**بخت رشید

Abstract

It is an undeniable fact that in contemporary Pakistani politics, politicians often violate Islamic ethics and code of conduct. We find them disgracing, maligning, blackmailing to their political opponents. Leaders, representatives and supporters of different political parties are badly involved in blame game, back-biting, lying, double dealing and using unethical or non-professional language against each other on private and public forums، including social, electronic and print media. The high ethical standards in politics can be maintained only by following the teachings of Quran and *Sunnah*. This paper attempts to present an in-depth analysis of contemporary political behaviors of the politicians from Islamic perspective. It points out the basic problems in the field and brings inclusive suggestions and remedies from the teachings of Quran and *Sunnah* of the Prophet (ﷺ).

Key Words: Contemporary politics, Islamic ethics, problems, Remedies.

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، عبدالولی خان یونی ورسٹی، مردان

**ریسرچ سکالر، کلیہ معارفِ اسلامیہ، وفاقی اردو یونی ورسٹی، کراچی

سیاست انسانی زندگی کا ایک اہم شعبہ ہے، اسلام نے جہاں زندگی کے دیگر شعبوں کے حوالے سے راہنما ہدایات اور اصول دیے ہیں وہاں سیاست کے باب میں بھی اسلامی اصول اور قوانین مثالی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسلام کے نقطۂ نظر سے سیاست خدمتِ خلق کا بہترین ذریعہ ہے، اور درحقیقت سیاست دان خلقِ خدا کا خادم اور ان کی مال، جان، عزت اور ناموس کو تحفظ فراہم کرنے والا ہوتا ہے، اپنے ماتحتوں اور عوام کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا اور ان کی عزت و احترام کرنا سیاست کے لوازمات میں سے ہے، جب کہ عصرِ حاضر میں پاکستانی سیاست کا میدان اس قدر گدلا ہو چکا ہے کہ ان چیزوں کو میدانِ سیاست میں تلاش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے، سیاست سے وابستہ افراد اور پارٹیوں کی غلط بیانیوں، توہین آمیزیوں اور ہتکِ انسانی کے نتیجے میں کسی شریف النفس انسان کے لیے اس میدان میں قدم رکھنا نہایت مشکل ہو چکا ہے۔ اس سیاسی طرزِ عمل کے نتیجے میں سیاست کا صاف چہرہ دھندلا ہو چکا ہے اور سیاست کا صحیح رخ عوام کی نظروں سے غائب ہوتا جا رہا ہے۔ عصرِ حاضر میں ہمارے سیاسی نظام کو جن قباحتوں اور مفاسد کا سامنا ہے ان میں ایک خطرناک اور معاشرے پر انتہائی منفی اثرات ڈالنے والی خرابی ہتکِ انسانی ہے، چنانچہ سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے مخالفین کے ہتک کو سیاسی مہارت اور کمال سمجھا جاتا ہے، سیاسی جلسے جلوس ہوں یا عوامی اجتماعات، الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا ہو یا سوشل میڈیا، ہر جگہ سیاسی مخالفین کو ہدفِ تنقید بنانا، ان پر بے جا الزام تراشی اور غیبت و بہتان ہمارے سیاسی نظام کا خاصہ بن چکا ہے، اس ضمن میں دوسروں کی برائیاں بیان کرنا، گالم گلوچ، غیبت و بہتان تراشی، بے بنیاد افواہیں، بے جا پروپیگنڈے، تنقید برائے تنقید اور زبان دارزی عام ہے۔ ہر پارٹی کا یہ تصور بن چکا ہے کہ مخالفین کی عزت کو مجروح کرکے ہی اس کو شکست سے دوچار کیا جاسکتا ہے، بعض لوگ ناسمجھی اور لاعلمی میں اس گناہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں جب کہ انھیں اس کا اندازہ بھی نہیں ہوتا کہ وہ ان اعمال کی وجہ سے اپنی اخروی زندگی کو کتنا نقصان پہنچا رہے ہیں۔ لہٰذا عامۃ الناس میں اس حوالے سے شعور اجاگر کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ ان مفاسد سے بچ سکیں۔ اس حوالے سے اہلِ علم و اربابِ قلم کی ذمہ داریوں میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ اس ضمن میں مؤثر کردار ادا کریں، اور سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے ہتکِ انسانی جیسے مذموم فعل کی نفرت اور قباحت کو لوگوں کے دلوں میں بٹھائیں اور اس کے منفی پہلوؤں کو اجاگر کریں۔ زیرِ نظر مقالے میں انسانی عزتِ نفس کی اہمیت و ضرورت، عصرِ حاضر بیں وطنِ عزیز میں سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے اسلامی اخلاقیات کی پامالی کی قباحتوں اور معاشرے پر اس کے منفی اثرات کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں واضح کیا جا رہا ہے۔

سیاست : مفہوم و مراد

سیاست میں ہتک انسانی پر گفت سے قبل سیاست کے مفہوم و مراد سے آگہی ضروری ہے۔ سیاست عربی لفظ ہے جو باب نصر (ساس یسوس) سے بروزن اِمارت مصدر کا صیغہ ہے۔ جس کا معنیٰ ہے عمدہ طریقے سے نگرانی کرنا اور خیال رکھنا۔ **"ساسه سياسة إذا أحسن القيام عليه"**[1]

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

> **هو يَسُوسُ الدوابَّ إذا قام عليها ۔ ۔ ۔ والسياسة القيام على الشئ بما يصلحه والسياسة فعل السائس**[2]
>
> **سَاسَ** باب نصر سے آتا ہے جس کا معنیٰ ہے نگرانی اور کفالت کرنا، سیاست کسی شے کی درستگی کے لیے مستعد ہونے کو کہتے ہیں۔ سیاست مدبر اور قائد کا فعل ہے۔

اسماعیل بن حماد الجوہری لفظ سیاست کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> **سُوِّسَ الرجُلُ . . . إذا مُلِّك أَمرُ هُم**[3]

"سیاست کا مطلب ہے حکمران بننا، اس سے باب تفعیل بھی مستعمل ہے جس کا معنیٰ ہے کسی کو لوگوں کے معاملات کا نگران اور ذمہ دار بنانا۔"

حطیئہ کا شعر ہے: تم اپنے بیٹوں کے معاملات کی نگران بنائی گئی یہاں تک کہ تم نے انہیں آٹے سے بھی زیادہ باریک پیس کر رکھ دیا۔

علامہ عیاض سبتی لکھتے ہیں:

> **والسياسة الْقيام على الشَّيْء وَالتَّدْبِير لَهُ**[4]
>
> سیاست کسی چیز کی نگرانی کرنا اور اس کے لیے انتظام کرنا۔

مشہور مسلم فلسفی اور ماہرِ سیاسیات علامہ ابن خلدونؒ سیاست کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> علمِ سیاست ان تدبیروں کا نام ہے جو اخلاق و حکمت کی مقتضیات ہوں تاکہ ان کی پابندی سے جمہور خلائق ایسی سلامتی کی شاہراہ پر چلنے لگے جو حفظ و نوعی و بقائے شخصی کا سبب ہو۔[5]

علامہ سید سلیمان ندوی سیاست کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

---

[1] اِبو منصور محمد بن اِحمد الأزہری، تہذیب اللغۃ (بیروت: دار إحیاء التراث العربی، 2001ء)، 3/ 56۔

[2] محمد بن مکرم الأفریقی، لسان العرب (بیروت: دار صادر، ب ت)، 107/6۔

[3] اِبو نصر اِسماعیل بن حماد الجوہری الفارابی، الصحاح (بیروت: دار العلم للملایین، 1407ھ)، 938/3۔

[4] ابو الفضل عیاض بن موسی السبتی، مشارق الأنوار علی صحاح الآثار (بیروت: المکتبۃ عتیقۃ، ب ت)، 231/2۔

[5] علامہ عبد الرحمٰن بن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، ترجمہ۔ مولانا عبد الرحمٰن دہلوی (کراچی: دار الاشاعت، 2009ء)، 1/ 102۔

آبادی و مملکت جن کا قانونی نام مدینہ ہے اس کی حفاظت کے قوانین کا نام سیاست ہے۔[6]

امام غزالی سیاست کی اصطلاحی تعریف اور اقسام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ایسی سیاست جو لوگوں کی اصلاح وتربیت اور انہیں ایسے سیدھے راستے کی طرف لے جائے جو انہیں دنیا وآخرت میں نجات دے، چار قسم پر ہے: پہلا مرتبہ جو سب سے اونچا اور بلند ہے وہ اللہ تعالیٰ کے مبعوثین اور برگزیدہ شخصیات کی سیاست کا ہے جن کا حکم اور امر عام، خاص، ظاہر اور باطن ہر اعتبار سے واجب الاطاعت ہے۔ دوسرا درجہ بادشاہوں اور سلاطین کا ہے جن کا امر عوام اور خواص سب پر لاگو ہوتا ہے مگر ظاہری اعتبار سے نہ کہ باطنی اعتبار سے۔ تیسرا درجہ علماء کا ہے جو کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارثین ہیں ان کا حکم خواص کے باطن پر اثر انداز ہوتا ہے جب کہ عوام کا فہم ان سے استفادہ کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔ نیز ان کے پاس قوتِ متصرفہ اور ملزمہ نہیں ہوتی۔ چوتھا درجہ واعظین کا ہے جن کی تاثیر عوام کی باطن تک محدود ہوتی ہے۔[7]

بالفاظِ دیگر سیاست کا مقصدِ ارفع یہ ہے کہ عوام الناس کی اصلاح کے لیے ایسا طریقہ اپنایا جائے کہ انھیں دنیا وآخرت میں کامیابی اور نجات مل جائے، یہ سیاست خاصۃً و عامۃً، ظاہراً و باطناً حضرات انبیاے کرام علیہم السلام کا منصب ہے، اور خاصۃً و عامۃً ظاہراً سلاطین کا کام ہے، اور باطناً اہلِ علم کا منصب ہے۔ یہ سیاست کا عمومی اطلاق ہے۔[8]

جس نظام کے ذریعے حکومت کے قیام اور انتظام و انصرام کی بنیادیں طے کی جاتی ہیں اسے نظامِ سیاست (Political System) کہتے ہیں، دنیا میں اس وقت جو نظامہاے سیاست معروف اور رائج ہیں ان کو تین بڑی قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے:

(1) بادشاہت   (2) اشرافیہ   (3) جمہوریہ[9]

سیاست کی اہمیت اور ضرورت

اسلام ایک جامع اور کامل نظامِ حیات اور دستور العمل ہے جس میں زندگی کے ہر شعبے سے متعلق احکام و ہدایات موجود ہیں، اس لیے اسلامی تعلیمات میں سیاست کے متعلق واضح اصول موجود ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے سیاست کی بڑی اہمیت ہے، کیونکہ معاشرتی برائیوں اور مظالم کے خاتمے اور تعمیر و ترقی میں سیاست کو بڑا دخل ہے۔ سیاست در حقیقت منصبِ انبیاءؑ ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

---

[6] سید سلیمان ندویؒ، سیرت النبی (لاہور: ادارہ اسلامیات، 1423ھ)، 821/4۔

[7] ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی، إحیاء علوم الدین (بیروت: دار المعرفۃ، س ن)، 13/1۔

[8] مفتی محمود الحسن گنگوہی، فتاویٰ محمودیہ (کراچی: دارالافتاء، جامعہ فاروقیہ، س ن)، 4/ 567۔

[9] مفتی تقی عثمانی، اسلام اور سیاسی نظریات (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 1431ھ)، 25۔

كانت بنو اسرائيل تسوسهم الأنبياء, كُلما هَلَكَ نبِيّ خَلفَه نَبِيّ وَ إِنه لا نبي بعدي، و ستكون خُلَفَاءَ فَتكثُرُ ، قَالُوا : فَمَا تَأمُرُنَا ؟ قالَ : فُوا بِبَيعةِ الأول فالأول و أعطوهم حقهم فإن الله تعالي سائلهم عما استرعاهم[10]

بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کرام علیہم السلام قائم رکھتے تھے، ایک نبی کے بعد دوسرا پیغمبر اس کا نائب اور جانشین ہوتا تھا، لیکن میرے بعد کسی نبی نے نہیں آنا، بلکہ بہت سے خلفا ہوں گے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا: پھر ہمارے لئے کیاارشاد ہے؟آپ ﷺ نے جواب دیا: جس شخص سے پہلے بیعت کرلو اسی کی بیعت پوری کرلو، اور ان کا حق ادا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد جو کام کیا ہے، اس کی بازپرس ان سے خود فرمائے گا۔

مفتی محمد کفایت اللہ سیاست کی اہمیت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

انبیاء کرام علیہم السلام دین اور سیاست دونوں کے حامل ہوتے ہیں اور خود بھی سیاسی امور میں شریک اور عامل رہتے ہیں۔ اسلام اس معاملہ میں خصوصی امتیاز رکھتا ہے۔ اس کی ابتدائی منزل ہی سیاست سے شروع ہوتی ہے۔[11]

تصریحاتِ بالا سے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سیاست کی اہمیت اور مقام واضح ہوتا ہے کہ سیاست ایک مقدس فریضہ اور پاکیزہ عمل ہے، جو معاشرے کی صلاح وفلاح اور تعمیر وترقی میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ علامہ ابن خلدون عقلی اور نظری اعتبار سے سیاست کی ضرورت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اجتماعِ انسانی ضروری ہے اور اجتماع کے لیے انصاف کرنے والا حاکم چاہیے تاکہ لوگ اپنے معاملات میں اس کی طرف رجوع کریں اور اس کے حکم کے مطابق عمل کریں، حاکم کا حکم کبھی شریعتِ الٰہیہ کے اعتبار سے ہوتا ہے۔۔۔ اور کبھی عقلی سیاست اور قانون وضعی کی بناپر عامۃ الناس کی فلاح وترقی کے لیے ہوتا ہے۔۔ پہلے قانون میں دینی و دنیوی دونوں اعتبار سے مخلوقِ خدا کو نفع ملتا ہے، کیونکہ شارع کی طرف سے لوگوں کے لیے جو قانوں مقرر ہو اس میں دنیوی ضروریات کی تکمیل کے ساتھ اخروی کامیابی بھی پیشِ نظر ہوتی ہے۔ دوسرے قانون کو سیاستِ مدنیہ کہتے ہیں۔[12]

---

[10] ابوالحسن مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، (بیروت: دار إحیاء التراث العربی، ب ت)، حدیث: 1842، 1471/3۔ کتاب الإمارة، باب الأمر بالوفاء ببیعۃ الخلفاء۔

[11] مفتی محمد کفایت اللہ دہلویؒ، کفایت المفتی، (کراچی: دارالاشاعت، 2001ء)، 304/9۔

[12] ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، 314/1۔

اسلامی تعلیمات کی رو سے اگرچہ سیاست ملکی نظام اور معاشرتی ترقی اور امن و سکون کے لیے ناگزیر ہے، مگر سیاست و حکومت مقصودِ اصلی نہیں ہیں بلکہ حصولِ مقصود کے ذرائع اور اسباب میں سے ہیں۔ قرآنِ کریم نے سیاست اور قیادت کے مقاصد بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ[13]

یہ وہ لوگ ہیں جب ہم انہیں زمین میں حکومت اور طاقت دیں گے تو نماز کی پابندی کریں گے، زکوۃ ادا کرتے رہیں گے، نیکی کا امر اور برے کاموں سے باز داشت کریں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں مسلمانوں کی قیادت اور حکمرانی کا مقصد یہ ہے کہ وہ حقوق اللہ کی پاس داری کریں (کیونکہ نماز حقوقِ الٰہی کی بجاآوری کا عنوان ہے) اور بندوں کے حقوق ادا کریں (زکوۃ حقوق العباد کا گویا دوسرا نام ہے) اور دنیا میں امورِ خیر کی تعمیل اور امورِ شر کے انسداد کا اہتمام کر سکیں۔ اسلام میں قیادت نہ جاہ و منصب کا فریب، نہ عیش و عشرت کا دھوکہ، نہ مال و دولت کی کثرت اور نہ شان و شوکت کا تماشہ ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق کی بجاآوری اور اس کے لیے سعی و محنت اور جد وجہد کی ذمہ داری کا نام ہے۔[14]

سیاست کے حوالے سے ہمارے معاشرے میں افراط اور تفریط پائی جاتی ہے، بعض لوگ سیاست اور اقتدار کو دین کا مقصودِ اصلی سمجھ بیٹھے ہیں جس کے نتیجے میں وہ اس کو حاصل کرنے کے لیے درست و غلط کی تمیز نہیں کرتے، جب کہ اس کے بالمقابل بعض لوگ سیاست کا انکار ہی کر بیٹھے ہیں اور اس کو دین کا حصہ ہی نہیں سمجھتے۔ شرعی اعتبار سے یہ دونوں آرا درست نہیں بلکہ اعتدال سے ہٹی ہوئی ہیں۔ یہ نظریہ کہ مذہب کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے، مغرب کا پھیلایا ہوا نظریہ ہے، جو ترقی کرتے ہوئے سیکولرازم کی شکل اختیار کرکے دنیا میں مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔ کئی اہلِ علم نے اس باطل نظریے کی بھرپور تردید کی، اس تردید کے ضمن میں بعض اہلِ علم اس نتیجے پر پہنچے کہ دینِ اسلام کا اصل مقصود ہی سیاست اور اقتدار ہے گویا انھوں نے سیاست کو اسلامی بنانے کے بجائے اسلام کو ہی سیاسی بنا دیا۔[15]

درست نقطہ نظر یہ ہے کہ سیاست و اقتدار دین کا اصل مقصد نہیں ہے، بلکہ مقصد کے حصول کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے، اور دین کے اجتماعی احکام کی تنفیذ کے لیے اس کی ضرورت مسلم ہے، لیکن دین کے مقصودِ اصلی ہونے کے اعتبار سے نہیں بلکہ دین کا ایک اہم شعبہ اور ذریعہ ہونے کی حیثیت سے ہے، یہی راہِ اعتدال ہے جو قرآن و سنت سے

---

[13] الحج22: 41

[14] ندوی، سیرت النبی، 4/ 759۔

[15] مولانا اشرف علی تھانوی، اسلام اور سیاست، افادات (ملتان: ادارہ تالیفات اشرفیہ، 1427ھ)، 17۔

متعلقہ احکام سے واضح ہوتی ہے، اگر کوئی شخص سیاست کو مقصدِ دین سمجھے تو وہ غلو کا شکار ہے، اور اگر کوئی سیاست کے دین کا حصہ ہونے ہی سے انکار کرے تو یہ بھی غلط اور غلو ہے۔[16]

علامہ ابن القیم سیاست کے متعلق اسلامی نقطہ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ سیاستِ عادلہ شریعتِ کاملہ کے مخالف ہے، بلکہ یہ اس کے اجزا میں سے ایک جزء ہے اور اس کے ابواب میں سے ایک باب ہے، اس کو سیاست کہنا صرف ایک اصطلاح ہے، ورنہ اگر یہ عدل وانصاف پر مبنی ہو، تو شریعت ہی کا ایک حصہ ہے۔[17]

سیاست کے حوالے سے سید سلیمان ندوی نے اپنی کتاب "سیرۃ النبی ﷺ" میں معتدل ومدلل وضاحت کی ہے۔[18]

تکریم انسانی کی اہمیت اور ہتک کی مذمت کا اسلامی تناظر

اسلامی تعلیمات میں انسانی عزت اور عظمت کو جس عمدگی کے ساتھ واضح کیا گیا ہے اس کی مثال کہیں اور نہیں ملتی۔ اسلام نے انسانیت کی ہتک اور ذلت کو سنگین جرائم میں شامل کیا ہے، دشمن اور مخالف کے بارے میں بھی بلا تحقیق کوئی بات کہنے اور غلط پروپیگنڈا کرنے کی ممانعت کی گئی ہے، اور کسی کی عزتِ نفس کو مجروح کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ قرآن وسنت میں انسانی ہتک وبے عزتی کو گھناؤنا جرم شمار کیا گیا ہے جس کا انجام دنیا وآخرت میں تباہ کن ہے۔ قرآن کریم نے انسانیت کو تکریم اور شرافت کے اعزاز سے نوازتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

> وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَ رَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا[19]
>
> یقیناً ہم نے انسانیت کو اعزاز وتکریم دی ہے، اور انھیں خشکی میں اور سمندر میں سواریاں عطا کی ہیں اور انھیں طیبات میں سے رزق دیا اور بہت سی (دیگر) مخلوقات پر انھیں نمایاں فضیلت عطا کی ہے۔

سرورِ کائنات ﷺ نے انسانیت کی توہین، تحقیر اور تذلیل کو قبیح ترین عمل قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

> **الربا سَبعُون حوبا أَيسرُها نِكاحُ الرَّجُلِ أُمَّه ، وأربي الربا استِطالَةُ الرَّجُلِ فِي عِرضِ أَخيه**[20]

---

[16] مفتی محمد تقی عثمانی، فتاویٰ عثمانی (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 1431ھ)، 505/3۔

[17] محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیۃ، إعلام الموقعین (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1411ھ)، 4/ 284۔

[18] ملاحظہ ہو: ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، 4/ 740 تا 759۔

[19] الإسراء 17: 70

[20] الحافظ عبد اللہ بن محمد بن اِبی شیبۃ، المُصنف فی الأحادیث والآثار (بیروت: دار الفکر، س ن)، 234/5۔ کتاب البیوع (إکل الربا وما جاء فیہ)، حدیث: 22005۔

ربا کے ستر شعبے ہیں جن میں سب سے کم درجہ اپنی ماں سے بدکاری کرنے کا ہے، جب کہ سب سے بڑا سود اپنے مسلمان بھائی کے بارے میں زبان درازی کرنا ہے۔

ہتکِ انسانی کی قباحت اور شناعت اس قدر ہے کہ حدیث میں اس کو سود کا اعلیٰ درجہ دیا گیا ہے، لہٰذا ایک مسلمان ہونے کے لحاظ سے ہم سب کا فریضہ ہے کہ لوگوں کی عزت و احترام کریں اور کسی کی بے عزتی اور بے حرمتی نہ کریں، چاہے سیاسی معاملات ہوں یا معاشی و معاشرتی، جب کہ عصرِ حاضر کے سیاسی نظام میں عموماً انسانیت کی ہتک اور تذلیل کو کامیاب ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے جو شرعی، قانونی اور عقلی اعتبار سے نہایت افسوس ناک اور قابلِ مذمت عمل ہے۔ ذیل میں مرّوجہ سیاست میں انسانیت کی ہتک کے چند پہلوؤں کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

غیبت، بدگوئی اور انسانی بے حرمتی

مرّوجہ سیاست میں غیبت، بدگوئی اور بدزبانی جیسی برائیاں اس قدر عام ہو چکی ہیں کہ انھیں گناہ اور برائی ہی نہیں سمجھا جاتا، فریقِ مخالف کی غیبت، اور مخالفین کے بارے میں بدزبانی و بدکلامی موجودہ سیاست کا خاصہ اور جزلاینفک بن چکا ہے، نجی مجلسیں ہوں یا سیاسی تقریبات و محافل، کوئی جگہ ان برائیوں سے خالی نہیں ہے، ان جرائم کے نتیجے میں ایک طرف فریقِ مخالف کی توہین ہوتی ہے تو دوسری طرف عوام میں ان کے خلاف نفرت اور عداوت کا جوش ابھرتا ہے، جس کے منفی معاشرتی اثرات کسی پر مخفی نہیں ہیں، حالانکہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صالح معاشرے کے قیام کا جو عملی فریضہ انجام دیا اور جس طرح پرسکون اور محبتوں والی فضا مدینہ منورہ میں قائم فرمائی، اس کے قیام میں اخوت، محبت اور بھائی چارے کا بڑا کردار تھا، جب کہ موجودہ سیاسی نظام کی اس خرابی کی وجہ سے پرسکون اور اخوت و محبت والے معاشرے کا قیام محال ہوتا جارہا ہے۔ ان سیاسی رویوں کی اصلاح وقت کی اہم ترین ضرورت ہے جس کے لیے ہمیں رحمۃ للعالمین ﷺ کی تعلیمات سے راہنمائی لینی ہوگی تبھی ہم اس میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ غیبت اور بدگوئی سراسر اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، کیونکہ اسلام نے انسانوں کی عزت وآبرو کو محفوظ رکھنے کا حکم دیا ہے، اور جن برائیوں اور بداخلاقیوں کے نتیجے میں دوسروں کی عزت وآبرو کو ٹھیس پہنچتی ہے اور نفرت و عداوت کی فضا پیدا ہوتی ہے ان سے ممانعت کی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ[21]

اور تم میں سے کوئی شخص دوسرے کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی اس امر کو گوارا کرتا ہے کہ وہ کھائے گوشت اپنے مردہ بھائی کا (حالانکہ) تمہیں اس سے گھن آئے گی۔

---

[21] الحجرات 49 : 12

دوسروں کی غیبت اور پیٹھ پیچھے برائی کو قرآن کریم نے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا قرار دیا ہے، کوئی آدم خور بھی یہ پسند نہیں کرتا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے چہ جائیکہ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والا۔ حدیثِ نبوی میں غیبت کا منظر اور انجام بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے:

> **لما عُرِج بي مررتُ بِقوم لهم أَظفار مِن نُحاس يَخمِشُون وُجُوهَهم و صُدُورهم فقلتُ : من هولاء يا جبريلُ؟ قال: هولاء الذين يَاكُلُون لُحُومَ الناسِ و يَقَعُونَ فِي أَعراضِهم.**[22]
>
> جب مجھے معراج کی رات آسمانوں پر لے جایا گیا تو میرا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے، اور وہ اپنے سینوں اور چہروں کو ان سے نوچتے رہتے تھے۔ میں نے جبریل سے ان کے متعلق پوچھا۔ اس نے جواب میں کہا: یہ وہ اشخاص ہیں جو دنیا میں دوسروں کا گوشت کھاتے تھے (غیبت کرتے تھے) اور ان کی عزت وآبرو لیتے تھے۔

اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ غیبت کا مقصد صرف دوسروں کے عیوب اور برائیوں کی تشہیر ہوتی ہے، اس لیے جس طرح غیبت کرنے والے دوسروں کے عیوب کی تشہیر کرکے ان کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں، اسی طرح ان کے اس قبیح عمل کے نتیجے میں یہ خود بھی بدنامی اور رسوائی سے نہیں بچ سکتے۔ ایک موقع پر سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مردہ خچر کے پاس سے گزرے تو اپنے ساتھیوں سے فرمانے لگے: ایک شخص اس سے پیٹ بھر کر کھائے یہ اس سے بہتر ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کا گوشت کھائے (اس کی غیبت کرے)۔[23]

انتخابات کے موقع پر اگرچہ یہ ضروری ہوتا ہے کہ امیدوار کے متعلق اصل حقائق منظرِ عام پر لائے جائیں تاکہ عوام کو نقصان اور دھوکے سے بچایا جاسکے، لیکن اس سلسلے میں لازم ہے کہ جو بات کہی جائے وہ پوری تحقیق، دیانت داری اور انصاف کے ساتھ ہو، محض مجلس آرائی اور مزے کی خاطر دوسروں کی برائیاں نہ کی جائیں، اور نہ ہی اپنا غصہ نکالنے اور دوسروں کو نیچا دکھانے کے لیے ان امیدواروں کی غیبت کرکے صرف برائیاں منظرِ عام پر لائی جائیں، نیز الزام تراشی اور دوسروں کی بے حرمتی سے بھی اجتناب کیا جائے۔ اور ضرورت کے موقع پر بھی حدود کی رعایت رکھی جائے، مبالغہ آرائی اور بلاوجہ دوسروں کی تحقیر سے اجتناب کیا جائے۔

دوسروں کی آبروریزی

---

[22] اِبو داود سلیمان بن الاَشعث، سنن اِبی داود (بیروت: المکتبۃ العصریۃ، ب ت)، 4/ 269۔کتاب الادب، باب فی الغیبۃ، حدیث: 4878۔

[23] الحافظ عبد اللہ بن محمد بن اِبی شیبۃ، المُصنف فی الاَحادیث والآثار (بیروت: دار الفکر، س ن)، 6/ 115۔کتاب الادب، ما قالوا فی النہی عن الوقیعۃ فی الرجل والغیبۃ، حدیث: 26050۔

موجودہ سیاست میں دوسروں کی آبروریزی کو ایسے روا رکھا جاتا ہے، جیسا یہ اہلِ سیاست کا شرعی، قانونی اور سیاسی حق ہو، حالانکہ نہ تو اسلامی شریعت کسی کی آبروریزی کی اجازت دیتی ہے، اور نہ ہی رائج قوانین اس کی اجازت دیتے ہیں۔ شریعت کے مقاصد میں دوسروں کی آبرو کا تحفظ اور باہمی تعلقات کی خوشگواری شامل ہے، مگر دینی تعلیمات سے دوری اور سیاست کو زندگی کا مقصدِ اصلی سمجھنے کے نتیجے میں اس گھناؤنے جرم کا ارتکاب آئے روز کیا جاتا ہے، اخبارات، ٹی وی چینلز، سوشل میڈیا اور سیاسی جلسوں جلوسوں میں ایسے مناظرے بکثرت دیکھنے کو ملتے ہیں جن میں دوسروں کے عیوب نکالے جاتے ہیں اور ان کی عزتِ نفس مجروح کرکے آبروریزی کی جاتی ہے۔ اسلامی تعلیمات نے نہایت تاکیدی انداز میں اس سے منع کیا ہے۔ سیدنا ابو بکرہؓ فرماتے ہیں کہ حجۃالوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ہم سے پوچھا:

> **أتدرون أي يوم هذا ؟ قالوا : اللهُ و رسولُه أَعلمُ . حتي ظَننا أَنّه سَيُسَمِّيهِ سوي اسمه. فقال : أَلَيسَ بِيَومِ النّحرِ؟ قلنا : بلي يا رَسولَ الله . قال : فَأَي شَهر هذَا؟ قُلنَا : اللهُ وَ رَسولُه أَعلمُ . قَالَ : أَلَيسَ بِذِي الحِجّةِ؟ قُلنَا : بَلي يَا رَسُولَ اللهِ . قَالَ : فَأَيُ بَلَد هذا ؟ قُلنَا : اَللهُ وَ رَسُولُه أَعلمُ قَالَ : حَتي ظَننا أَنّه سَيُسَمِّيهِ سِوي اسمه . قَالَ : أَلَيسَ بِالبَلدةِ ؟ قُلنَا : بَلي يَا رَسولَ اللهِ . قَالَ : فَإِنّ دِمَاءَكُم وَ اَموَالَكُم و أعراضكم عليكم حرام كحُرمةِ يَومِكُم هَذا فِي شَهرِكُم هذَا فِي بَلدِكُم هذَا. فَليُبَلّغِ الشَّاهِدُ الغَائِبَ**[24]
>
> آج کون سا دن ہے؟ صحابہ کرامؓ نے جواب میں کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کو خوب علم ہے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ شاید آپؐ آج کے دن کا کوئی الگ نام رکھنا چاہتے ہوں گے۔ فرمایا: بھلا یوم النحر (عید الاضحیٰ) نہیں ہے؟ ہم نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر آپؐ نے مہینے کے متعلق پوچھا۔ ہم نے دوبارہ پہلے کی طرح جواب دیا۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ماہِ ذی الحجہ کی تصرح فرمائی۔ سرورِ کونین ﷺ نے تیسرا سوال شہر کے متعلق پوچھا کہ یہ شہر کون سا ہے؟ ہماری خاموشی پر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ محترم شہر (مکہ مکرمہ) نہیں ہے؟ ہم نے جواب دیا: جی ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: "تمہارے خون، اموال اور آبرو ایک دوسرے پر ایسے حرام ہیں جیسے یوم النحر کی حرمت ذوالحجہ کے مہینے میں اور اس مبارک شہر میں۔ حاضرین یہ باتیں غائبین تک پہنچائیں۔

خاتم النبیین ﷺ نے مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے اور ان کی آبروریزی سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے، اور اس عمل پر دنیا وآخرت میں ذلت ورسوائی کی وعیدیں سنائی ہیں۔ ارشاد نبوی ہے:

---

[24] النیساپوری، صحیح مسلم، 3/ 1306۔ کتاب القسامۃ، باب تغلیظ تحریم الدماء والأعراض والأموال، حدیث: 1679۔

مَن كَانَت عِندَه مَظلِمَة لِأَخِيهِ مِن عِرضِه وَ مَالِه فَليَستَحِلَّه اليَومَ قَبلَ أَن يَّأخُذَه بِه حِين لَا دينار ولا درهم فَإِن كَانَ لَه عَمَل صَالِح أُخِذَ مِنهُ بِقَدرِ مَظلمتِه[25]

جس نے کسی مسلمان بھائی پر کسی بھی طرح زیادتی کی ہو، اس کے مال کو نقصان پہنچایا ہو یا اس کی آبرو کو، تو اس کو چاہیئے کہ اس روز سے پہلے اس سے معافی مانگے جس دن نہ دینار چلے گا اور نہ ہی درہم، بلکہ اگر زیادتی کرنے والے کے پاس نیک عمل ہو گا تو اس کی زیادتی کے بقدر وہ نیک عمل اس سے واپس لیا جائے گا۔

ایک اور حدیثِ نبوی ہے:

يا معشَرَ من أَسْلمَ بلسانِهِ وَ لمْ يُفْضِ الإِيمانُ إِلي قلبِهِ، لا تُؤْذوا المسْلِمِين وَ لاَ تُعَيِّرُوهُمْ وَلاَ تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنْ تتَبع عوْرَةَ أَخيه المسلمِ تَتَبَّعَ اللَّهُ عَوْرتَه، وَ مَنْ تَتَبَّعَ اللَّهُ عَورتَهُ يَفْضَحْهُ ولَوْ فِي جَوفِ رَحله[26]

اے لوگو! جو زبان سے تو ایمان لائے ہو لیکن ایمان تمہارے دلوں کے اندر جاگزیں نہیں ہوا ہے، نہ مسلمانوں کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ ہی انہیں عار دلاو، اور نہ ان کے عیوب تلاش کرو، کیونکہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی آبروریزی کرے گا اللہ تعالیٰ بھی اس کے عیوب تلاش کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ جس کے عیوب کی تلاش کرے گا تو وہ گھر کے اندر رہتے ہوئے بھی رسوا ہو جائے گا۔ ایک دن سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خانہ کعبہ کی جانب دیکھا تو فرمانے لگے: تو کتنی عظمت اور حرمت والی ہے مگر مؤمن اللہ تعالیٰ کے نزدیک تجھ سے بھی زیادہ عظمت والا ہے۔

مذکورہ تفصیل سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی مسلمان کے لیے روا نہیں کہ اپنے کسی قول و فعل سے دوسروں کی آبروریزی اور عیوب کی پردہ دری کرے، ورنہ دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ اس لئے سیاسی میدان ہو یا معاشی و معاشرتی، زندگی کے ہر موڑ پر دوسروں کی بے حرمتی، عیوب ڈھونڈنے اور آبروریزی سے اجتناب ضروری ہے۔

بہتان طرازی اور ہتکِ انسانی

---

[25] محمد بن حبان، التمیمی البُستی، ابن حبان (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1408ھ)، 16/ 361۔ باب إخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم عن البعث وإحوال الناس فی ذلک الیوم، حدیث: 7361۔

[26] محمد بن عیسی الترمذی، سنن الترمذی (بیروت: دار الغرب الإسلامی، 1998ء)، 446/3۔ إبواب البر والصلۃ، باب ما جاء فی تعظیم المؤمن، حدیث 2032۔

موجودہ زمانے میں سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے بعض لوگ ہر جائز و ناجائز کام کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں، اس ضمن میں جو برائیاں اور منکرات ہمارے سیاسی ماحول میں پائی جاتی ہیں، ان میں بہتان طرازی بھی ہے، جو از روئے شریعت ناجائز اور ممنوع ہے۔ بہتان یہ ہے کہ قصداً کسی بے گناہ شخص کو مجرم ٹھہرایا جائے یا کسی کی طرف ایسی برائی اور گناہ کی نسبت کی جائے جو خلافِ واقعہ ہو۔ سیدنا ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبیٔ اکرم ﷺ سے غیبت کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

ذِكرك أخاك بِمَا يَكرَه ، قَالَ : أرأيتَ إن كان فيه ما أقول ؟ قال : إن كَانَ فِيهِ ما تقول فقد اغتبتَه ، و إن لَمْ يكن فيه ما تقول فقد بهته.[27]

اپنے بھائی کی کوئی ایسی بات بیان کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔ اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا: اگر اس میں وہ برائی موجود ہو، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تو اس میں وہ برائی موجود ہو جو تم بیان کر رہے ہو تب تو یہ غیبت کہلاتا ہے اور اگر اس میں وہ برائی موجود نہ ہو تو یہ بہتان ہے۔

بہتان تراشی ایسا قبیح عمل ہے جس سے کسی کے دامنِ عفت کو بلاوجہ داغدار بنایا جاتا ہے اور عوام میں اس کے خلاف نفرت و عداوت کی آگ بھڑکائی جاتی ہے، اس کی عزتِ نفس کو مجروح کیا جاتا ہے، اسی وجہ سے قرآن و حدیث کی نظر میں یہ نہایت خطرناک جرم ہے۔ قرآن کریم کی سورۃ ممتحنہ کی بارہویں آیت "وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ"[28] کے ذیل میں مفسرین نے بہتان کی حرمت پر تفصیلی بحث کی ہے۔ مفتی محمد شفیع تحریر فرماتے ہیں:

یہاں لفظ بہتان عام ہے، اپنے شوہر پر ہو یا کسی اور پر کیونکہ بہتان ہر شخص پر یہاں تک کہ کافر پر بھی حرام ہے۔[29]

جب ایک غیر مسلم پر بہتان طرازی جائز نہیں ہے تو کسی مخالف سیاسی راہنما پر بہتان باندھنے کی اجازت کیسے دی جا سکتی ہے؟ ان بہتان تراشیوں کے نتیجے میں اگر کوئی شخص وقتی طور پر منتخب ہو کر پارلیمنٹ کا ممبر بھی بن جائے لیکن نہ اس کو دنیا میں سکون و راحت کی دولت میسر آسکے گی اور نہ ہی آخرت میں کامیابی و کامرانی پر فائز ہو سکے گا۔ اسلامی شریعت کی رو سے کسی مسلمان کو ادنیٰ تکلیف پہنچانا بھی ممنوع ہے، چہ جائیکہ اس پر جھوٹا الزام لگا کر اس کو دلی تکلیف پہنچائی جائے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا[30]

---

[27] الترمذی، سنن الترمذی، 4/ 329۔ باب ماجاء فی الغیبۃ، ابواب البر والصلۃ، حدیث: 1934۔

[28] الممتحنۃ60 : 12۔

[29] مفتی محمد شفیع، معارف القرآن (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 1429ھ)، 8/ 418۔

[30] الاحزاب33 : 58۔

اور جو لوگ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو بن کئے تکلیف پہنچاتے ہیں تو بے شک انہوں نے اپنے اوپر بڑے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھایا۔

مفتی محمد تقی عثمانی انتخابی ان منکرات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہماری انتخابی مہمات میں ایک دوسرے پر الزام تراشی اور بہتان طرازی کو شیر مادر سمجھ لیا گیا ہے۔ اپنے مقابل کو چت کرکے اپنی فتح کا ہاتھ بلند کرنے کے لیے اس پر بلا تحقیق ہر قسم کا الزام عائد کرنا حلالِ طیب قرار دیا جا چکا ہے، بلکہ یہ اس سیاسی جنگ کا لازمی حصہ ہے جس کے بغیر سیاسی فتح کو ناممکن سمجھا جاتا ہے۔۔۔۔اخباروں کے صفحات سے لے کر انتخابی جلسوں اور کارنر میٹنگز تک کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جو بہتان تراشی اور دشنام طرازی کی عفونت سے بدبودار نہ ہو۔[31]

لہٰذا سیاسی راہنماوں اور کارکنان کی تربیت اور ذہن سازی کی ضرورت ہے اور یہ کہ انھیں ان گناہوں اور جرائم کی قباحت بتلائی جائے تاکہ وہ دین و دنیا کی ناکامی سے بچ سکیں، اور مسلمانوں کی صحیح راہنمائی و قیادت کا فریضہ انجام دے سکیں۔

دھوکہ دہی اور غلط بیانی کی کثرت

عصرِ حاضر میں اکثر لوگوں کا یہ تصور ہے کہ سیاست فراڈ، دھوکہ دہی اور جھوٹ و فریب کا دوسرا نام ہے، جس کی وجہ سیاسی پارٹیوں اور جماعتوں کا رویہ، مغربی جمہوریت کی نقالی اور اسلامی تعلیمات سے دوری ہے، نیز قرآن و سنت نے انسانیت کو جو احترام و مقام دیا ہے، اس سے بے اعتنائی اور لاعلمی ہے۔ سیاسی نظام سے وابستہ افراد کے ان رویوں کی وجہ سے جب کوئی دیندار شخص اس نظام کی جانب آنے لگتا ہے، تو اس کو خود بھی بارہا سوچنا پڑتا ہے جب کہ لوگ بھی اس کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں کہ اس نظام سے وابستہ ہونا اپنے آپ کو بدنام کرنے اور اپنے اوپر لوگوں کے اعتماد کو ختم کرنے کے مترادف ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سیاست فی نفسہ کوئی برا اور غلط کام نہیں، بلکہ ملک وسلطنت کو چلانے کے لیے سیاسی نظام ضروری ہے۔ لیکن افسوس کہ ہمارے ملک میں سیاسی فضا، دغابازیوں اور سیاسی پروپیگنڈوں کی بناپر اس قدر خراب ہو چکی ہے کہ اب لوگ اس کو ایک اچھے اور ضروری کام کی نظر سے نہیں بلکہ ایک دھوکہ پر مبنی فعل کے لحاظ سے دیکھتے ہیں۔اس لئے مناسب یہ ہے کہ ہمارے ملک میں سیاسی حوالے سے جو دھوکہ دہیاں ہوتی ہیں ان پر قرآن وسنت کی روشنی میں تفصیلی بات ہو جائے۔اگر ایک شخص نے بھی اس سے نصیحت حاصل کی تو اس کی آخرت سنور جائے گی، اور اس طرح رفتہ رفتہ سیاسی نظام بہتری کی جانب گامزن ہونا شروع ہو گا۔

---

[31] مفتی محمد تقی عثمانی، فقہی مقالات (کراچی: میمن اسلامک پبلشرز، 2011ء)، 2/ 298۔

سیاسی نظام میں جھوٹ اور دغا بازی کوئی نئی چیز نہیں بلکہ عہدِ قدیم سے یہ اس نظام کا حصہ تھا[32] مگر اسلام نے اپنی ابدی تعلیمات اور مثالی نظام کے ذریعے سیاسی نظام کو جھوٹ اور دھوکہ دہی سے پاک کرکے مثالی نمونے کے طور پر سامنے لایا، لہٰذا عصرِ حاضر میں بھی امتِ مسلمہ کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ملکی مسائل کے حل اور سیاسی نظام کی بہتری کے لیے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سیاسی نظام کو درست کریں، تاکہ ملتِ اسلامیہ ترقی کی راہ پر گامزن ہوسکے اور موجودہ سیاسی نظام کی وجہ سے معاشرے میں نفرتوں، عداوتوں، فسادات اور مظالم کا جو سلسلہ جاری ہے اس کا خاتمہ بھی ہوسکے۔ خاتم النبیین ﷺ نے دروغ گوئی اور غلط بیانی سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد مبارک ہے:

> **إِيّاكُم وَ الكذبَ ، فَإِنَّ الكذبَ يَهدِي إِلى الفُجُورِ ، وَ إِنَّ الفُجُورَ يَهدِي إِلى النَّارِ ، وَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَكذِبُ وَ يَتَحرّى الكذبَ حَتى يُكتَبَ عِندَ اللهِ كَذّابا ، وَ عَلَيكُم بِالصِّدقِ ، فَإِنَّ الصِّدقَ يَهدِي إِلى البرِّ ، وَ إِنَّ البرَّ يَهدِي إِلى الجَنَّةِ، وَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيصدقُ وَ يَتَحرى الصِّدقَ حَتى يُكتبَ عِندَ اللهِ صِدِّيقا**[33]
>
> جھوٹ سے اجتناب کرو اس لیے کہ جھوٹ گناہ کی جانب لے جانے والا ہے اور گناہ انسان کو جہنم تک لے جاتے ہیں، آدمی جھوٹ بولتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔ سچ کا اہتمام کرو کیونکہ سچائی اچھائی کی جانب لے کر جاتی ہے اور اچھائی جنت کا ذریعہ ہے، آدمی سچ بولتا ہے اور سچ کی تلاش میں رہتا ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سچا لکھا جاتا ہے۔

اس لیے سیاسی نظام کی بہتری اور معاشرے سے اس کے برے اثرات ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ جھوٹ اور دھوکہ دہی سے اجتناب کیا جائے اور ہر معاملے میں سچائی سے کام لیا جائے۔

تعصّبات پھیلانا

موجودہ سیاست کی خرابیوں میں سے ایک ہے کہ بعض لوگ سیاسی مقاصد کے لیے امتِ مسلمہ کو طبقاتی تقسیم کی طرف لے جاتے ہیں، اور اپنے مقاصد کے حصول کے لیے مسلمانوں کو لسانی اور گروہی تقسیم کا شکار کرتے ہیں، جس سے ایک طرف معاشرے میں نفرتوں کا لامتناہی سلسلہ چل پڑتا ہے اور دوسری طرف امتِ مسلمہ کا شیرازہ بھی بکھر جاتا ہے۔ ماضی قریب میں کراچی اور ملک کے بعض دیگر علاقوں کے حالات سب کے سامنے ہیں جہاں تعصب اور طبقاتی تقسیم کے نتیجے میں روزانہ کی بنیاد پر بہت سے لوگ زندگی کی بازی ہار جاتے تھے، حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ سیاسی پارٹیوں نے ہی

---

[32] شفیع، معارف القرآن، 7/ 101۔

[33] ابوداود سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داود، تحقیق: محمد عوامۃ (بیروت: دار القبلۃ، 1425ھ)، 5/ 348۔ کتاب الأدب، باب فی التشدید فی الکذب، حدیث: 4989۔

نفرتوں کا یہ جال لوگوں میں بچھا رکھا ہے، اور عوام اس کی ضد میں آکر زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ اسلام نے مسلمانوں کو امتِ واحدہ اور جسدِ واحد قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ[34]

سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں

محمد مصطفیٰ ﷺ نے مسلمانوں کے باہمی اتفاق اور اسلامی وحدت کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

المسلم أخو المسلم لا يظلمه، ولا يسلمه[35]

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، لہٰذا نہ یہ اس سے زیادتی کرے گا اور نہ اس کی مدد سے منہ موڑے گا۔

نبیٔ اکرم ﷺ نے قومیت اور لسانیت کے نعروں کو جاہلیت کے نعرے قرار دے کر ہمیشہ کے لیے اس کا خاتمہ فرمایا ہے، اور امتِ مسلمہ کو اس طرح کے نعرے لگانے اور لوگوں کو ابھارنے سے منع فرمایا ہے۔ غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر ایک مہاجر اور انصاری صحابی کی آپس میں کچھ تلخی ہوئی، مہاجر نے آواز لگائی: اے مہاجرو میری مدد کرو جب کہ انصاری صحابی نے انصار کو مدد کے لیے پکارا۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے یہ آوازیں سنیں تو فرمانے لگے: جاہلیت کی پکار کہاں سے آ گئی؟ صحابہ کرامؓ نے واقعہ بتایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دعوها فإنها منتنة[36]

یہ نعرے چھوڑ دو کیونکہ یہ بدبودار اور قبیح آوازیں ہیں۔

قرآن وسنت نے امتِ مسلمہ کو اخوت و بھائی چارہ قائم کرنے اور آپس میں بھائیوں کی طرح زندگی گزارنے کی تعلیم دی ہے اور ہر قسم کی طبقاتی تقسیم سے اجتناب کی تاکید فرمائی ہے، بغض، حسد، نفرتوں اور عداوتوں سے باز رہنے کی تلقین کی ہے۔ امام الانبیاء ﷺ نے مسلمان سے نفرت اور بغض وحسد سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

إِياكُم وَ الظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الحَدِيثِ ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تحاسدوا ولا تدابروا ولا تَبَاغَضُوا وَ كُونَوا عِبادَ اللهِ إخوَانا [37]

---

[34] الحجرات 49: 10۔

[35] محمد بن عیسی الترمذی، سنن الترمذی (مصر: مکتبۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، 1395ھ)، 34/4۔ ابواب الحدود، باب ما جاء فی الستر علی المسلم، حدیث: 1426۔

[36] النیسابوری، صحیح مسلم، 1998/4۔ کتاب البر والصلۃ والآداب، باب نصر الأخ ظالما او مظلوما، حدیث: 2584۔

[37] محمد بن إسماعیل البخاری، صحیح البخاری (بیروت: دار ابن کثیر، 1407ھ)، 225/5۔ کتاب الأدب، باب ما ینہی عن التحاسد والتدابر، حدیث: 5717۔

دوسروں کے متعلق بدگمانی سے اجتناب کیونکہ بدگمانی سب سے بڑی جھوٹی بات ہے، دوسروں کی کمزوریوں کی ٹوہ میں نہ لگو، رازدارانہ طریقے سے دوسروں کے عیوب معلوم کرنے کی کوشش میں نہ رہو، آپس میں حسد نہ کرو، کینہ اور بغض نہ رکھو، اے اللہ تعالیٰ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔

مگر آج سیاست کے نام پر بغض اور نفرتیں پھیلائی جارہی ہیں اور تعصب کے بدبودار نعرے لگائے جاتے ہیں، اور امتِ مسلمہ کو تقسیم در تقسیم کیا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں مسلمانوں میں نفرت کی آگ پھیل رہی ہے اور معاشرے سے محبت و مؤدت کے جذبات ختم ہو رہے ہیں، اس لیے سیاسی جماعتوں سے وابستہ افراد اور اربابِ علم و دانش کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ مسلمانوں کو تفرقہ بازی اور نفرتوں سے دور رہنے کی تلقین کریں، انھیں امتِ واحدہ اور جسدِ واحد بنانے میں اپنا کردار ادا کریں اور جو لوگ مسلمانوں کو آپس میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں انھیں نرمی و حکمت سے سمجھائیں ورنہ ان سے بائیکاٹ کریں، کیونکہ یہ لوگ نہ مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں اور نہ ملک وملت کے، کیونکہ اسلامی سیاست کا پہلا قدم ہی اسلامی قومیت کا قیام ہے، چنانچہ نبیٔ اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ پہنچ کر ریاستِ اسلامی کی سب سے پہلی بنیاد اس کو بنایا کہ مہاجرین و انصار کی قومی اور وطنی عصبیتوں کا خاتمہ فرما کر اسلام اور دین کی بنیاد پر ایک نئی قومیت قائم فرمائی، اور انصار و مہاجرین کے مختلف قبائل اور گروہوں کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔[38]

سیاسی پروپیگنڈے اور ہتکِ انسانی

آج کے زمانے میں میدانِ سیاست جن گوناگوں مفاسد اور خرابیوں کا مجموعہ بن چکا ہے ان میں پروپیگنڈہ بھی ہے، چنانچہ بعض لوگ سیاست کے اکھاڑے میں اترنے کے بعد اپنی کامیابی کے لیے پروپیگنڈے سمیت مختلف قسم کے ناجائز اور منفی حربے استعمال کرنے لگتے ہیں۔ پروپیگنڈہ دراصل ایسے غیر حقیقی خیالات کی تشہیر ہے جن کا مقصد لوگوں کی توجہ اصل مقصود سے ہٹانا اور انھیں دوسروں سے متنفر کرنا ہوتا ہے، یہ عوام کے سامنے ایسے حقائق اوران کے نتائج و تجزیئے کو پیش کرنا ہے جن سے رائے عامہ کا رُخ کسی خاص سمت موڑا جاسکے۔ واضح رہے کہ منفی پروپیگنڈہ معاشرے کے لیے تباہ کن اور خطرناک ہے، جس کے ذریعے اپنا منشور و نظریات اور مقاصد و اہداف عوام کے سامنے رکھنے کے بجائے فریقِ مخالف کی خامیاں بیان کرکے اسے عوام کی نگاہوں سے گرایا جاتا ہے۔ اس قسم کے پروپیگنڈے میں جھوٹ، غلط بیانی، الزام تراشی اور بہتان جیسے عناصر شامل ہوتے ہیں۔ مفتی محمد تقی عثمانی سیاسی نظام میں پروپیگنڈے کے بڑھتے ہوئے رجحان اور اس کے منفی اثرات کے بارے میں لکھتے ہیں:

انتخابات کا ہنگامہ ہمارے معاشرے میں بے شمار گناہوں اور بدعنوانیوں کا ایسا طوفان لے کر آتا ہے جس کی ظلمت پورے ماحول پر چھاتی جاتی ہے، اوراس میں شریعت، اخلاق، شرافت اور مروت کی

---

[38] شفیع، معارف القرآن، 4/ 454۔

بنیادوں پر متواتر ضربیں لگتی ہیں کہ پورا ملک لرز کر رہ جاتا ہے۔ ان گناہوں اور بدعنوانیوں کا انتہائی افسوسناک پہلو یہ ہے کہ دلوں سے ان گناہوں کے گناہ ہونے کا احساس مٹتا جا رہا ہے، اور اقتدار طلبی کی اس اندھی دوڑ میں سب کچھ شیر مادر بن کر رہ گیا ہے۔ اور چونکہ معاشرے میں ان برائیوں کا چلن کسی روک ٹوک کے بغیر اتنا عام ہوگیا ہے کہ اب کوئی ان برائیوں کے خلاف بولتا بھی نہیں۔اس لیے ایسے حضرات کو ان کے برا یا گناہ ہونے کا خیال ہی نہیں آتا جن کی نیت جان بوجھ کر برائی کرنے کی نہیں ہوتی۔[39]

اس تحریر میں ایک غور طلب پہلو یہ ہے کہ بہت سے لوگ بغیر نیت اور لاعلمی میں اس طرح کے گناہوں کے مرتکب ہو جاتے ہیں، اس لیے اگر سوشل میڈیا، الیکٹرونک میڈیا، پرنٹ میڈیا اور مختلف کانفرسوں کے ذریعے ان برائیوں کو اجاگر کیا جائے تو امید ہے کہ ان برائیوں میں خاطر خواہ حد تک کمی آجائے گی، اور عوام میں اس حوالے سے شعور اجاگر ہوگا جس کی وجہ سے ترقی یافتہ اور پرسکون معاشرہ کے قیام کی طرف پیش قدمی ہوسکے گی۔

جھوٹے وعدوں اور دغا بازیوں سے انسانی ہتک

جھوٹے اور خوشنما وعدے اور دغا بازیاں موجودہ سیاسی نظام کا خاصہ بن چکے ہیں، سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے خوشنما نعروں اور وعدوں کا سہارا لیا جاتا ہے، اور منتخب ہونے کے بعد ان وعدوں کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی جاتی، اس طرح اس نظام میں دغا بازی کا سکہ رائج ہوتا جا رہا ہے۔ دغا بازی کا معنیٰ یہ ہے کہ کسی کو زبان سے اطمینان دلایا جائے اور پھر موقع پا کر اس کے خلاف ردِ عمل ظاہر کیا جائے۔ اسلام نے ایسا کرنے سے سخت منع کیا ہے، کیونکہ یہ بھی درحقیقت جھوٹ کی ایک قسم ہے۔ کسی قوم اور اس کے افراد کی عزت و توقیر کا انحصار اس امر پر ہے کہ وہ اپنی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کی کتنی پاس داری کرتے ہیں اور وعدے پر کس حد تک قائم رہتے ہیں، کیونکہ جب کوئی فرد عہد و پیمان کرلیتا ہے تو اپنے ذمے ایک فریضہ عائد کرتا ہے، جس کا پورا کرنا اس کی ذمہ داری ہوتی ہے، اسی وجہ سے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی بازپرس ہوگی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا[40]

بے شک وعدہ کی بازپرس ہوگی ۔

ظاہر ہے کہ جس چیز کی بازپرس اللہ تعالیٰ خود فرمائیں وہ واقعی اہمیت والی ہوگی۔ کفار میں سے جو بار بار امن اور صلح کے وعدے کرکے بدل جاتے تھے ان کا تذکرہ قرآن کریم میں ان الفاظ میں موجود ہے:

---

[39] عثمانی، فقہی مقالات، 2/ 296 ۔

[40] الإسراء 34 : 34۔

الَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُون فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِين[41]

جن لوگوں سے آپ نے معاہدہ کیا پھر وہ ہر بار اپنا وعدہ توڑ دیتے ہیں اور ان کے دلوں میں خوف نہیں ہے، سو اگر یہ لوگ تمہیں لڑائی میں مل جائیں توان کو ایسی سزا دیں کہ ان کے پچھلے دیکھ کر بھاگیں، شاید وہ عبرت پکڑیں۔ اور اگر تمہیں کسی قوم کے متعلق بد عہدی اور دغا بازی کا اندیشہ ہو تو ان کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ ختم کرو، بے شک اللہ تعالیٰ خائنین کو ناپسند فرماتے ہیں۔

بظاہر ان آیات میں ان کافروں کا تذکرہ ہے جو ہر بار عہد کرکے بدعہدی کرتے ہیں یا دغابازی اور فراڈ سے کام لیتے ہیں، مگر درحقیقت دو باتیں ایسی ہیں جن میں عموم ہے، اور ہر فرد ان کے عموم میں داخل ہے: ایک یہ کہ بدعہدی سراسر تقویٰ کے خلاف ہے۔ اور دوسری یہ کہ غداری اور دغابازی اللہ کی محبت سے محرومی کا سبب ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے وعدہ خلافی، جھوٹ اور خیانت کو منافقین کی علامت قرار دیا ہے، ارشاد مبارک ہے:

آية المنافق ثلاث إذا حدث كذب وإذا وعد أخلف وإذا اؤتمن خان[42]

منافق کی تین نشانیاں ہیں: جھوٹ بولتا ہے، وعدے کے خلاف کرتا ہے اور امانت میں خیانت کرتا ہے۔

جھوٹے وعدوں کے نتیجے میں عوام کو تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، نیز اس سے معاشرے میں امن و محبت کی فضا متاثر ہوتی ہے لہٰذا زندگی کے ہر شعبے میں عموماً اور سیاسی نظام میں خصوصاً جھوٹے وعدوں اور دغابازیوں سے اجتناب ضروری ہے۔

نفرت کی فضا پیدا کرنا

عموماً سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لیے پروپیگنڈہ اور بدگوئی کرنے والے کچھ نفسیاتی حربے بھی استعمال کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے حق میں کچھ زیادہ بہتر نتائج حاصل کرسکیں۔ ان حربوں میں سے فریقِ مخالف کے خلاف عوامی جذبات ابھارنا اور عوام میں اس کی نفرت پھیلانے کی کوشش کرنا شامل ہے، اس مقصد کی خاطر مختلف طرح کے نازیبا کلمات اور اصطلاحات کا سہارا لیا جاتا ہے، مثلاً کسی کو ملک دشمن کہا جاتا ہے کسی کو چور، ڈاکو اور مفادپرست، جب کہ بعض کو اقتدار کا بھوکا اور عوام کو بے وقوف بنانے والے جیسے القابات سے نوازا جاتا ہے۔ ان نفرت انگیز رویوں کے پورے معاشرے پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں، یہاں تک کہ بعض اوقات دو مختلف پارٹیوں کے کارکنان میں لڑائی جھگڑے تک نوبت

---

[41] الأنفال 8: 56۔57۔

[42] البخاری، صحیح البخاری، 21/1۔ کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق، حدیث: 33۔

پہنچ جاتی ہے، اور سالہا سال تک دشمنیوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے، حالانکہ اسلام نے ہمیں معاشرے میں الفت و محبت پھیلانے اور نفرتوں کا خاتمہ کرنے کا درس دیا ہے۔اس سلسلے میں حدیث نبوی ہے:

والذي نفسي بيده، لا تدخلوا الجنة حتى تؤمنوا ، ولا تؤمنوا حتى تحابوا، ألا أدلكم على أمر إذا فعلتموه تحاببتم ؟ أفشوا السلام[43]

اللہ تعالیٰ کی قسم جب تک تم مومن نہ بنو اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے اور جب تک آپس میں محبت نہ کرنے لگو اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتے۔کیا میں آپ لوگوں کو ایسا کام نہ بتاوں جس کے نتیجے میں تمہاری آپس کی محبت بڑھ جائے؟ (وہ عمل یہ ہے کہ) سلام کو عام کرو۔

یہاں خاتم النبیین ﷺ نے معاشرے میں محبت اور الفت عام کرنے کی کتنی تاکید فرمائی ہے کہ اس کے بغیر جنت کا داخلہ منع فرمایا ہے، ساتھ ہی آپ ﷺ نے محبت پھیلانے اور نفرت کم کرنے کا نسخہ بھی بتلا دیا ہے۔اب ہمیں اپنے سیاسی رویوں پر بھی غور کرنا چاہئے کہ ہم اس چیز کو معاشرے میں عام کر رہے ہیں جس کو ختم کرنے کا حکم ملا ہے اور جس چیز کو عام کرنے کا حکم ملا ہے وہ ہمارے معاشرے سے عنقاء بنتا جا رہا ہے۔ایک اور روایت میں رسول اللہؐ نے بغض، حسد کینہ اور اس طرح کے جرائم سے ممانعت فرمائی ہے:

لا تباغضوا و لا تحاسدوا ولا تدابروا وَ كُونُوا عِبَادَ اللهِ إخوانا ولا يحل لمسلم أَن يَهجُرَ أَخَاهُ فَوقَ ثَلَاثِ لَيَال [44]

آپس میں بغض اور حسد نہ کرو اور نہ ہی پیٹھ پھیرو، اے اللہ تعالیٰ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو، کسی بھی مسلمان کے لیے اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرنا روا نہیں ہے۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے مسلمان سے نفرت اور بغض و حسد سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

إياكم و الظن فإن الظن أكذب الحديث و لا تحسسوا و لا تجسسوا و لا تحاسدوا و لا تدابروا و لا تباغضوا و كونوا عباد الله إخوانا [45]

دوسروں کے متعلق بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی بہت ہی جھوٹی بات ہے، دوسروں کی کمزوریوں کی ٹوہ میں نہ لگو، رازدارانہ طریقے سے دوسروں کے عیوب معلوم کرنے کی کوشش میں نہ لگو، باہم حسد نہ کرو، آپس میں بغض و کینہ نہ رکھو، اے اللہ تعالیٰ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔

---

[43] إبی شیبة، المصنف فی الأحادیث والآثار، 193/13۔کتاب الأدب ما قالوا فی إفشاء السلام، حدیث: 26265۔

[44] البخاری، صحیح البخاری، 2256/5۔کتاب الأدب، باب الہجرة، حدیث: 5726۔

[45] البخاری، صحیح البخاری، 2253/5۔کتاب الأدب، باب ما ینہی عن التحاسد والتدابر، حدیث: 5717۔

اس لئے اربابِ سیاست پر لازم ہے کہ معاشرے میں امن، الفت اور محبت کو پروان چڑھائیں اور نفرتیں پھیلانے کے بجائے کم کرنے کی کوشش کریں۔

قتل و قتال اور انسانی بے حرمتی

مروجہ سیاست کا ایک نفرت انگیز پہلو یہ ہے کہ بعض لوگ اپنے مقاصد حاصل کرنے اور انتخابی معرکہ سر کرنے کی خاطر دوسروں میں نفرت اور اشتعال انگیزی کی آگ ایسی پھیلاتے ہیں کہ قتل و قتال تک نوبت پہنچ جاتی ہے، کئی قیمتی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں جس کے نتیجے میں لوگوں میں غصے اور غضب کے جذبات ابھرنے لگتے ہیں۔ قرآن کریم نے انسانی جان کا تحفظ یقینی بنانے کے لیے قتل کو نہایت سنگین جرم قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا[46]

جس شخص نے کسی مسلمان کو قصداً مار دیا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ دائمی رہے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے لعنت کی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کے واسطے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے

سیاسی مقاصد اور اقتدار کے حصول کے لیے قتل و غارت گری اسلامی طرزِ عمل نہیں ہے، بلکہ فرعونی طریقہ اور طرزِ عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے طرزِ عمل کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَإِذْ نَجَّيْنَاكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ[47]

اور جب ہم نے تمیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں سخت تکلیف دیتے تھے یعنی تمہاری نرینہ اولاد کو ذبح کرتے تھے اور زنانہ اولاد کو زندہ چھوڑتے تھے۔

یہ فرعون ازم کا اصول تھا کہ حکمران طبقے کے علاوہ باقی لوگوں کو دبایا جائے، ان پر مظالم ڈھائے جائیں اور ان کی قوت کو بڑھنے نہ دیا جائے۔ بادشاہت کو بچانے کے لیے ہر قسم کی خونریزی، ظلم و تشدد اور قتل و قتال اسی نظریہ سیاست کی دستوری اساس تھی۔ اسلام نے نہ صرف قتل و قتال سے منع فرمایا ہے بلکہ اس کا سبب بننے اور اس میں تعاون کرنے سے بھی ممانعت آئی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

من أعان علي قتل امرئ مسلم بشطر كلمة لقي الله مكتوب بين عينيه أيس من رحمة الله[48]

---

[46] النساء 4 : 93۔

[47] البقرۃ 2: 49۔

[48] احمد بن الحسین البیہقی، معرفۃ السنن والآثار، (بیروت: دار قتیبۃ، 1412ھ)، 10/12۔ کتاب الجراح، حدیث: 15650۔

جس نے ایک لفظ کے ذریعے بھی کسی مسلمان کے قتل میں تعاون کیا تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا سامنا اس حالت میں کرے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا: یہ شخص رحمتِ الٰہی سے ناامید ہے۔

قرآن وحدیث کی درج بالا تعلیمات کی روشنی میں مسلمانوں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ زندگی کے کسی بھی شعبے میں کوئی ایسا قول وفعل اختیار نہ کرے جس سے مسلمانوں کے درمیان پھوٹ پڑتی ہو یا قتل و قتال تک نوبت پہنچتی ہو ورنہ یہ معاشرے کے لیے بھی انتہائی مہلک ہوگا اور قیامت کے دن وبال کا باعث بھی بنے گا۔

نتائجِ بحث

1۔ اسلامی نقطہ نظر سے سیاست ایک مقدس اور پاکیزہ عمل ہے جو ملک وملت اور افرادِ معاشرہ کی تعمیر وترقی کے لیے ضروری ہے۔

2۔ موجودہ دور میں سیاسی نظام میں جو خرابیاں در آئی ہیں ان کے ازالے کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی تعلیمات او قرآن وسنت کی ہدایات سے بھرپور راہنمائی لے کران پر عمل کیا جائے۔

3۔ عصرِ حاضر میں سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے مختلف انسانیت سوز حربے استعمال کئے جاتے ہیں جن میں جھوٹ، دھوکہ دہی، دغابازی اور بہتان طرازی شامل ہے۔

4۔ بعض لوگ سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے مسلمانوں میں تعصب کو پروان چڑھاتے ہیں جو ملک وملت اور سیاسی نظام کے لیے انتہائی ملک اور خطرناک ہے۔

5۔ موجودہ سیاسی نظام میں کامیابی کی خاطر بعض لوگ دوسروں کے خلاف نفرتیں پھیلاتے ہیں جس سے معاشرے کا امن وسکون غارت ہو جاتا ہے۔

تجاویز وسفارشات

1۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ زندگی کے ہر شعبے میں قرآن وسنت کی تعلیمات اپنائیں اور ان کی روشنی میں اپنے لئے لائحہ عمل بنائیں تاکہ دنیاوآخرت میں کامیابی وسرخروئی نصیب ہوسکے۔

2۔ سیاست دانوں اور سیاسی کارکنوں پر لازم ہے کہ اسلامی تعلیمات کا دامن کسی حال میں نہ چھوڑیں، اور وقتی فائدے و کامیابی کی خاطر اپنی اخروی زندگی کو نقصان نہ پہنچائیں۔

3۔ ملکی سطح پر سیاسی ضابطہ اخلاق کے حوالے سے موثر قانون سازی کی ضرورت ہے، اور سیاسی مقاصد کے لیے معاشرے میں نفرت اور تعصب پھیلانے والوں کے خلاف قانونی کارروائی ضروری ہے تاکہ صالح اور مثبت معاشرہ قائم ہوسکے۔

4۔ پرنٹ میڈیا، الیکٹرونک میڈیا اور سوشل میڈیا پر سیاسی پروپیگنڈوں اور جھوٹے الزامات پر پابندی عائد کی جائے اور خلاف ورزی کرنے والوں کو قانونی سزائیں دی جائیں تاکہ معاشرے میں بڑھتی ہوئی نفرت کی فضا میں کمی آسکے۔

5۔ سیاسی راہنماوں اور کارکنان کی اخلاقی تربیت کے لیے حکومتی سطح پر ورکشاپس اور کانفرنسوں کا اہتمام کیا جائے اور معاشرے میں ان کے غلط رویوں کے اثرات کے حوالے سے انہیں آگہی فراہم کی جائے۔

6۔ نصابی کتب میں باہمی الفت و محبت کی اہمیت اور نفرت و تعصب سے بچنے کے حوالے سے مضامین شامل کئے جائیں تاکہ نئی نسل کے دلوں میں باہمی حسنِ سلوک کا جذبہ پیدا ہو۔